کیسے معاملہ ہوا۔ اور ایک فلاسفر اور نبی کے حصولِ علم میں کوئی فرق نہ ہوا۔

جواب:- معلوم ہوتا ہے کہ نبوت کے وہبی ہونے کا مطلب نہیں سمجھا گیا اور اسی وجہ سے یہ سوال پیدا ہوا ہے۔ نیز آیاتِ الٰہی کے مشاہدے سے حق کی جستجو کرنا اور فلسفیانہ استدلال سے حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کرنا، ان دونوں میں بھی فرق نہیں کیا گیا۔

انبیاء علیہم السلام وحی آنے سے پہلے جو علم رکھتے تھے اس کی نوعیت عام انسانی علوم سے مختلف نہیں تھی اور نہ ان کے پاس نزولِ وحی سے پہلے کوئی ایسا ذریعہ حصولِ علم ہوتا تھا جو دوسرے لوگوں کو حاصل نہ ہو۔ وہ بھی انہی ذرائع سے، جو عام انسانوں کو حاصل ہیں، تحقیق و جستجو کی راہ طے کرتے تھے اور ایمان بالغیب کے اس اعلیٰ مرتبہ پر پہنچ جاتے تھے جس کے بعد صرف ایمان بالشہادۃ کا مرتبہ باقی رہ جاتا تھا۔ پھر یہ آخری مرتبۂ ایمان نبوت سے سرفراز ہونے کے بعد ان کو حاصل ہوتا تھا۔ اسی سے ان کی فضیلت عام انسانوں پر ثابت ہوتی ہے، ورنہ اگر ان کا ایمان بالغیب بھی اسی طرح وہبی قرار دیا جائے جس طرح کہ وحی ایک وہبی چیز ہے تو ان کے لیے کوئی فضل باقی نہیں رہتا۔

جس مقام پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ واقعہ قرآن مجید میں آیا ہے، اگر اس کے ماقبل اور مابعد کو سامنے رکھ کر غور کیا جائے تو وہاں مقصودِ بیان ہی یہ معلوم ہوتا ہے کہ عام انسانوں کو یہ بتایا جائے کہ آیاتِ الٰہی کے مشاہدے سے ایک غیر متعصب طالبِ حق کس طرح حقیقت تک پہنچ سکتا ہے۔

سوال ۱۲:- یہ امر مسلّم ہے کہ نبی معصوم ہوتے ہیں، مگر آدم علیہ السلام کے متعلق قرآن کے الفاظ صریحاً ثابت کر رہے ہیں کہ آپ نے گناہ کیا اور حکم عدولی کی، جیسے لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ کی آیت ظاہر کر رہی ہے۔ اس سلسلہ میں اپنی تحقیق کے نتائج سے مستفید فرمائیں۔

جواب:- نبی کے معصوم ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس سے خطا کا امکان سلب کر لیا گیا ہے، بلکہ اس کا مطلب دراصل یہ ہے کہ نبی اول تو دانستہ نافرمانی نہیں کرتا اور پھر اگر اس سے غلطی سرزد ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس غلطی پر قائم نہیں رہنے دیتا۔ پھر یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے جو غلطی ہوئی تھی وہ نبوت کے منصب پر سرفراز ہونے سے پہلے کی ہے اور قبلِ نبوت نبی کو وہ عصمت حاصل نہیں ہوتی جو نبی ہونے کے بعد ہوا کرتی ہے۔ نبی ہونے سے پہلے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی بہت بڑا گناہ کیا تھا کہ ایک انسان کو قتل کر دیا، چنانچہ جب فرعون نے حضرت موسیٰ کو اس فعل پر ملامت کی تو انھوں نے بھرے دربار میں اس بات کا اقرار کیا کہ مجھ سے یہ فعل اس زمانہ میں سرزد ہوا تھا جبکہ مجھ پر راہِ ہدایت نہ کھلی تھی۔ مختصر یہ کہ نبی فرشتہ نہیں ہوتا بلکہ انسان ہوتا ہے اور انسان کی معصومیت کا مفہوم فرشتوں کی معصومیت سے بالکل جداگانہ ہے۔

مستقبل کا خاکۂ تعمیر

سوال ۱۳ مسلم لیگ کی مجلسِ عمل کی جانب سے حسبِ ذیل سوالنامہ بھیجا گیا ہے:

کن اصول، خطوط اور بنیادوں پر ہندوستانی مسلمانوں کی سیاسی و معاشی اصلاح، اُن حالات کے اندر رہتے ہوئے جن میں وہ گھرے ہوئے ہیں، اسلامی اصول، روایات اور نقطۂ نظر کے مطابق ممکن ہے؟ براہِ کرم حسبِ ذیل خطوط پر اپنی تفصیلی رائے تحریر کیجیے:-

(۱) ایک ایسا قابلِ عمل دستور تجویز کیجیے جس کے ذریعہ قومی احیاء کے مشترکہ مقصد کے لیے مسلمانوں کے مختلف فرقوں اور مدارسِ فکر کو متحد اور مربوط کیا جا سکے۔

(ب) ایک ایسا اقتصادی نقشہ و نظام مرتب کیجیے جو اصول اسلام کے ساتھ مطابقت رکھتا ہو۔

(ج) ہندوستانی مسلمان جن مخصوص حالات میں گھرے ہوئے ہیں انھیں ذہن میں رکھ کر بتائیے کہ کیا یہ ممکن ہے کہ اگر وہ جیسے وہ ایسی آزاد ریاستیں حاصل کریں جن میں ان کی اکثریت ہو، تو ایک ایسا نظام حکومت قائم کرسکیں جس میں مذہب اور سیاست کے درمیان ایک خوش آیند ہم آہنگی پیدا ہو جائے۔

(د) اسلامی اصول، روایات، تصورات اور نظریات کے مطابق ایک ایسی اسکیم مرتب کیجیے جو مسلمانوں کے معاشرتی، تہذیبی اور تعلیمی پہلوؤں پر حاوی ہو۔

(س) مجموعی قومی بہبودی کی خاطر مذہبی ادارات یعنی اوقاف اور دوسرے ذرائع آمدنی کو ایک مرکز کے ماتحت منظم کرنے کے لیے طریق کار اور نظام اس طرح مرتب کیجیے کہ ان اداروں پر قبضہ رکھنے والے اشخاص کے احساسات، میلانات، اغراض اور مختلف نظریات کا لحاظ رہے۔

جواب:۔ آپ نے جو تفصیلی سوالات دریافت کیے ہیں وہ دراصل ایک ہی بڑے سوال کے اجزا ہیں۔ پھر کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ ان مسائل کو الگ الگ لینے اور ان پر الگ الگ رائے ظاہر کرنے کے بجائے اسی بڑے سوال کو بیک وقت سامنے لے آیا جائے جس کے یہ سب اجزا ہیں۔ اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ مسلمان کس طرح وہ اصلی مسلمان بنیں جنھیں بنانا قرآن کا اصل منشا تھا۔ یہ ہے اصل سوال اور اس کے حل ہونے سے باقی سب سوالات خود بخود حل ہو جائیں گے۔

میرے پاس اس سوال کا سیدھا اور صاف جواب یہ ہے کہ پہلے اسلام کو جو کچھ کہ وہ ہے اور جو کچھ انسان سے اس کے مطالبات ہیں، واضح طور پر مسلمانوں کے سامنے رکھ دیا جائے اور ان سے شعوری طور پر اسے قبول کرنے کا مطالبہ کیا جائے۔ پھر جو لوگ اسے جاننے اور سمجھنے کے بعد قبول کریں اور اپنے طرز عمل سے ثابت کریں کہ واقعی انھوں نے اسے قبول کیا ہے، ان کو ایک پارٹی کی صورت میں منظم کرنا شروع کیا جائے اور باقی مسلمانوں میں مسلسل تبلیغ و تلقین کا سلسلہ اس ارادہ کے ساتھ جاری رکھا جائے کہ بالآخر ہمیں اس پارٹی میں پوری قوم کو جذب کر لینا ہے۔

اس پارٹی کے سامنے صرف ایک ہی نصب العین ہو، یعنی اسلام کو بحیثیت ایک نظام زندگی کے عملاً زمین پر قائم کرنا۔ اور اس کا ایک ہی اصول ہو، یعنی اسلام کے خالص طریقہ پر چلنا (خواہ یہ طریقہ دنیا کو مرغوب ہو یا نہ ہو) اور غیر اسلام کے ساتھ ہر مدارات و مصالحت (Compromise) اور ہر آمیزش و اختلاط کو قطعی چھوڑ دینا۔ اس نصب العین اور اس اصول پر جو پارٹی کام کرے گی اس کے لیے وہ سوالات جو آپ کے سامنے آئے ہیں اول تو سرے سے پیدا ہی نہ ہوں گے اور اگر ان میں سے بعض سوالات پیدا ہوئے بھی تو وہ اس شکل میں نہیں ہوں گے جس شکل میں آپ کے سامنے اب یہ سوالات آئے ہیں۔ انھیں کوئی نئی اسکیم وضع نہیں کرنی ہوگی، بلکہ صرف وہ قوت فراہم کرنی ہوگی جس سے بنی ہوئی اسکیم کو نافذ کرسکیں۔ وہ اس کی پروا نہیں کریں گے کہ موجودہ حالات ہماری اسکیم کے نفاذ کے لیے سازگار ہیں یا نہیں۔ وہ ناسازگار حالات کو بزور بدلیں گے تاکہ وہ اس اسکیم کے لیے سازگاری کرنے پر مجبور ہوں۔ غرض یہ کہ ان کا نقطۂ نظر اس معاملہ میں اس نقطۂ نظر سے بالکل مختلف ہوگا جو آپ حضرات نے اختیار کیا ہے۔

میرا خیال ہے کہ آپ حضرات ایک ایسی پیچیدگی میں پڑ گئے ہیں جس کا کوئی حل شاید آپ نہ پاسکیں اور وہ پیچیدگی یہ ہے کہ ایک طرف تو آپ اس پوری مسلمان قوم کو "مسلمان" کی حیثیت سے لے رہے ہیں جس کے ننانوے فی صدی افراد اسلام سے جاہل، اور پچانوے فی صدی منحرف، اور نوے فی صدی انحراف پر مصر ہیں، یعنی وہ خود اسلام کے طریقہ پر چلنا نہیں چاہتے اور نہ اس منشا کو پورا کرنا چاہتے ہیں جس کے لیے ان کو مسلمان بنایا گیا

ہے۔ دوسری طرف آپ حالات کے اس پورے مجموعہ کو جو اس وقت عملاً قائم ہے، تھوڑی سی ترمیم کے بعد قبول کر لیتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ حالات تو یہی رہیں لیکن پھر ان کے اندر کسی اسلامی اسکیم کے نفاذ کی گنجائش نکل آئے۔ یہی چیز آپ کے لیے ایک بڑی پیچیدگی پیدا کرتی ہے۔ اور اسی وجہ سے میرا خیال یہ ہے کہ جن مسائل سے آپ حضرات تعرض کر رہے ہیں ان کا کوئی حل آپ کچھ نہ پا سکیں گے۔

سوال ۷:۔ آپ کو علم ہو گا کہ مسلم لیگ نے کام کو آگے بڑھانے کے لیے ایک مجلس عمل کا تقرر کیا ہے۔ پھر اس مجلس عمل نے مختلف ذیلی مجالس مسلمانوں کی اصلاح و ترقی کے لیے مقرر کر دی ہیں۔ انہی میں سے ایک مذہبی و معاشرتی حالات کی اصلاح کے لیے ہے جس کے داعی کی طرف سے آپ کو ایک سوال نامہ غالباً موصول ہو چکا ہو گا[1]۔ اس سوال نامہ کو خاص توجہ کا مستحق سمجھیے اور ہر طرح کے اختلافات کو نظر انداز کر کے فکری تعاون فرمائیے۔ غنیمت سمجھنا چاہیے کہ ابھی تک مسلمانوں نے اپنی تمدنی اہمیت کو مغربی سیلاب الحاد کے مقابلہ میں بچا رکھا ہے۔ اگر اس نازک لمحہ میں ان کی صحیح رہنمائی نہ کی گئی تو ممکن ہے کہ نوجوان بلست ترکی اور ایران کے نقش قدم پر چل نکلیں۔

جواب:۔ آپ کا عنایت نامہ آنے سے پہلے ہی میں لیگ کی مجلس عمل کو متذکرہ سوال نامہ کا جواب دے چکا ہوں۔ آپ حضرات ہرگز یہ گمان نہ کریں کہ میں اس کام میں کسی قسم کے اختلافات کی وجہ سے حصہ لینا نہیں چاہتا بلکہ دراصل میری مجبوری یہ ہے کہ میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ حصہ لوں تو کس طرح۔ ادھوری تدابیر (Half measures) میرے ذہن کو بالکل اپیل نہیں کرتیں اور نہ داغ دوزی (Patch work) سے مجھ کو کبھی دلچسپی رہی ہے۔ مگر جو چیز مجلس عمل کے پیش نظر ہے وہ یہی کچھ ہے۔ اگر کلی تخریب اور کلی تعمیر پیش نظر ہوتی تو میں بدل و جان اس میں ہر خدمت انجام دینے کے لیے تیار تھا، لیکن یہاں کل کو بجنسہٖ برقرار رکھتے ہوئے اس کے بعض اجزا کو ہٹا کر ان کی جگہ بعض دوسرے اجزا لا رکھنا مطلوب ہے جس کے لیے کوئی قابل عمل اور نتیجہ خیز صورت سوچنے سے میرا ذہن عاجز ہے۔ میرے لیے یہی مناسب ہے کہ اس باب میں عملاً کوئی خدمت انجام دینے کے بجائے ایک طالب علم کی طرح دیکھتا رہوں کہ سوچنے والے اس جزوی اصلاح و تعمیر کی کیا صورتیں نکالتے ہیں اور کرنے والے اسے عمل میں لا کر کیا نتائج پیدا کرتے ہیں۔ اگر فی الواقع انھوں نے اس طریقہ سے کوئی بہتر نتیجہ نکال کر دکھا دیا تو وہ میرے لیے ایک انکشاف ہو گا اور ممکن ہے کہ اس کو دیکھ کر میں مسلک کلی سے مسلک جزئی کی طرف منتقل (Convert) ہو جاؤں۔

پاکستان

سوال:۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ مسلمان آدم علیہ السلام کی خلافت ارضی کا وارث ہے۔ مسلمان کی زندگی کا مقصد صرف اللہ پاک کی رضا اور اس کے مقدس قانون پر چلنا اور دوسروں کو چلنے کی ترغیب دینا ہے۔ اس لیے اس کا فطری نصب العین یہ قرار پاتا ہے کہ تمام عالم کو قانون الٰہیہ کے آگے مفتوح کرے۔

لیکن مسٹر جناح اور ہمارے دوسرے مسلم لیگی بھائی پاکستان چاہتے ہیں۔ ہندوستان کی زمین کا ایک گوشہ! — تاکہ ان کے خیال کے مطابق مسلمان چین کی زندگی گذار سکیں۔ کیا خالص دینی نقطۂ نظر سے یہ قابل اعتراض نہیں؟

یہودی قوم مقہور و مغضوب قوم ہے۔ اللہ پاک نے اس پر زمین تنگ کر دی ہے اور ہر چند کہ اس قوم میں دنیا کے

---

[1] یہ وہی سوال نامہ ہے جو اوپر ہمارے جواب سمیت مندرج ہو چکا ہے۔

بڑے سے بڑے سرمایہ دار اور مختلف علوم کے ماہرین موجود ہیں لیکن ان کے قبضہ میں ایک انچ زمین بھی نہیں ہے۔ آج اپنا قومی وطن بنانے کے لیے کبھی انگریزوں سے بھیک مانگتے ہیں اور کبھی امریکہ والوں سے۔

میرے خیال میں مسلمان —— یا بالفاظ دیگر مسلم لیگ بھی یہی کر رہی ہے۔ وہ یہودیوں کی طرح پاکستان کی بھیک کبھی ہندوؤں سے اور کبھی انگریزوں سے مانگتی پھر رہی ہے۔ تو پھر کیا یہ ایک مقہور و مغضوب قوم کی پیروی نہیں ہے؟ اور کیا ایک مقہور و مغضوب قوم کی پیروی مسلمانوں کو بھی اسی صف میں لا کر کھڑا نہ کر دے گی؟

جواب:۔ پاکستان کے متعلق آپ میرے مفصل خیالات مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم میں ملاحظہ فرمائیے۔ میرے نزدیک پاکستان کے مطالبہ پر یہودیوں کے قومی وطن کی تشبیہ چسپاں نہیں ہوتی۔ فلسطین فی الواقع یہودیوں کا قومی وطن نہیں ہے، ان کو وہاں سے نکلے ہوئے دو ہزار برس گزر چکے ہیں، اسے اگر ان کا قومی وطن کہا جا سکتا ہے تو اسی معنی میں جس معنی میں جرمنی کی آریہ نسل کے لوگ وسط ایشیا کو اپنا قومی وطن کہہ سکتے ہیں۔ یہودیوں کی اصل پوزیشن یہ نہیں ہے کہ ایک ملک واقعی ان کا قومی وطن ہے اور وہ اسے تسلیم کرانا چاہتے ہیں، بلکہ ان کی اصلی پوزیشن یہ ہے کہ ایک ملک ان کا قومی وطن نہیں ہے اور ان کا مطالبہ یہ ہے کہ ہم کو دنیا کے مختلف گوشوں سے سمیٹ کر وہاں لے جایا جائے اور اسے بزور ہمارا قومی وطن بنا دیا جائے۔ بخلاف اس کے پاکستان کی بنیاد یہ ہے کہ جس علاقہ میں مسلمانوں کی اکثریت آباد ہے وہ بالفعل مسلمانوں کا قومی وطن ہے، اور مسلمانوں کا مطالبہ صرف یہ ہے کہ موجودہ جمہوری نظام میں ہندوستان کے دوسرے حصوں کے ساتھ لگے رہنے سے ان کے قومی وطن کی سیاسی حیثیت کو جو نقصان پہنچتا ہے اس سے اس کو محفوظ رکھا جائے اور متحدہ ہندوستان کی ایک آزاد حکومت کے بجائے ہندو ہندوستان اور مسلم ہندوستان کی دو آزاد حکومتیں قائم ہوں۔ یعنی بالفاظ دیگر وہ صرف یہ چاہتے ہیں کہ ان کا قومی وطن جو بالفعل موجود ہے اس کو اپنی آزاد حکومت الگ قائم کرنے کا حق حاصل ہو جائے۔

یہ چیز بعینہ وہی ہے جو آج دنیا کی ہر قوم چاہتی ہے اور اگر مسلمانوں کے مسلمان ہونے کی حیثیت کو نظر انداز کر کے انھیں صرف ایک قوم کی حیثیت سے دیکھا جائے تو ان کے اس مطالبہ کے حق بجانب ہونے میں کوئی کلام نہیں کیا جا سکتا۔ ہم اصولاً اس بات کے مخالف ہیں کہ دنیا کی کوئی قوم کسی دوسری قوم پر سیاسی و معاشی حیثیت سے مسلط ہو۔ ہمارے نزدیک اصولاً یہ ہر قوم کا حق ہے کہ اس کی سیاسی و معاشی باگیں اس کے اپنے ہاتھوں میں ہوں۔ اس لیے ایک قوم ہونے کی حیثیت سے اگر مسلمان یہ مطالبہ کریں تو جس طرح دوسری قوموں کے معاملہ میں یہ مطالبہ صحیح ہے اسی طرح ان کے معاملہ میں بھی صحیح ہے۔ البتہ ہمیں اس چیز کو نصب العین بنانے پر جو اعتراض ہے وہ صرف یہ ہے کہ مسلمانوں نے ایک اصولی جماعت اور ایک نظام کی داعی اور علمبردار جماعت ہونے کی حیثیت کو نظر انداز کر کے صرف ایک قوم ہونے کی حیثیت اختیار کر لی ہے۔ اگر وہ اپنی اصلی حیثیت کو قائم رکھتے تو ان کے لیے قومی وطن اور اس کی آزادی کا سوال ایک نہایت حقیر سوال ہوتا، بلکہ حقیقتاً سرے سے وہ ان کے لیے پیدا ہی نہ ہوتا۔ اب وہ کروڑوں ہو کر ایک ذرا سے خطہ میں اپنی حکومت حاصل کر لینے کو ایک انتہائی نصب العین سمجھ رہے ہیں، لیکن اگر وہ نظام اسلامی کے داعی ہونے کی حیثیت اختیار کریں تو تنہا ایک مسلمان ساری دنیا پر اپنی، یعنی درحقیقت اپنے اس نظام کی جس کا وہ داعی ہے، حکومت کا مدعی ہو سکتا ہے اور صحیح طور پر سعی کرے تو اسے حاصل بھی کر سکتا ہے۔

لاہور میں ہماری مطبوعات ملنے کا پتہ

مکتبہ اسلامی — ۲۳ — ربانی روڈ۔ پرانی انار کلی ——— لاہور